



## سوال

(7) مزارعت اور مساقات کے احکام

## جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزارعت اور مساقات کے احکام

## الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

مساقات اور مزارعت ان کاموں میں سے ہے جو لوگوں میں زمانہ قدیم سے جاری و ساری ہیں۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص کچھ درختوں کا مالک ہوتا ہے لیکن ان کا پھل لینے کے لیے ان کی مناسب دیکھ بھال اور محنت نہیں کر سکتا یا کسی کے پاس زرعی زمین ہوتی ہے لیکن اس سے پیداوار حاصل کرنے کے لیے کما حقہ محنت اور رکھوالی نہیں کر سکتا جبکہ کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں نہ درخت ہوتے ہیں اور نہ زمین کا کوئی ٹکڑا، البتہ اگر اسے درخت یا زمین مہیا ہو جائے تو اس محنت کر کے ان کا پھل یا زمین سے پیداوار حاصل کر سکتا ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر شریعت نے فریقین کو مزارعت اور مساقات کی اجازت دے دی کیونکہ اس میں دونوں کی مصلحت اور فائدہ ہے نیز نقصان سے بچاؤ ہے۔ درحقیقت شریعت کے ہر حکم کی بنیاد عدل و انصاف اور مصلحت کے حصول اور نقصان سے بچاؤ پر ہے۔

فقہاء نے مساقات کی یوں تعریف کی ہے۔ "کسی کام کرنے والے کو پھلدار درختوں کا قبضہ دینا اور اسے کہنا کہ ان کی دیکھ بھال کر پانی لگا حتیٰ کہ یہ پھل جینے لگیں تو اس کی آمدنی میں سے اتنا حصہ تیرا اور باقی مالک کا ہوگا۔"

ایک شخص اپنی زمین دوسرے کو دیتا ہے کہ وہ اس میں کاشت کرے یا زمین اور بیج دونوں کاشت کرنے والے کو دے تاکہ وہ اس زمین میں بیج ڈالے اور اس کی نگرانی کرے تو آمدن میں سے ایک (غیر مخصوص) حصے کا وہ مستحق ہوگا باقی آمدن مالک کی ہوگی۔ یہ "مزارعت" کے نام سے معروف ہے۔

مساقات و مزارعت کے جواز کی دلیل سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيْلُ تَغْيِيرِ بَطْنِ خَرْجِ مَثَانِمْ زَرْعٍ"



"بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے طے کیا تھا کہ جو پھل اور غلہ ان کی زمینوں اور باغات سے حاصل ہوگا۔ نصف نصف تقسیم کیا جائے گا۔" [1]

صحیح مسلم میں ہے۔

"آن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفع الی یود خیبر نخل خیبر وارضاعلی ان یتھوہا من أموالہ ولم یشر فیہا"

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی کھجوروں کے درخت اور زمین یودیوں کے حوالے کر کے نصف حصہ بٹائی پر معاملہ طے کر لیا۔" [2]

اس مضمون کی ایک روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی مسند میں بیان کی ہے۔ [3]

امام ابن تیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "خیبر کا قصہ مساقات اور مزارعت کے جواز پر دلیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہ معاہدہ قائم رہا فسوخ نہیں ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین رضوان اللہ عنہم اجمعین کا اس پر تعامل رہا۔ اس معاہدے کی بنیاد اجرت پر نہ تھی بلکہ اس کا تعلق مشارکت سے تھا اور مزارعت کے مثل معاملہ تھا۔" [4]

ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اسی پر خلفائے راشدین رضوان اللہ عنہم اجمعین نے اپنی اپنی خلافت میں عمل کیا اور کسی سے اس کا انکار بھی ثابت نہیں" [5] تو یہ لہجہ ہے۔

نیز امام موصوف فرماتے ہیں: "جو بات حدیث اور لہجہ کے مخالف ہو اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ کھجور یا دیگر درختوں کے اکثر مالکان ان کو پانی چینے سے قاصر ہوتے ہیں اور نہ کسی کو اجرت پر رکھ سکتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کے پاس درخت نہیں لیکن وہ پھل کے ضرورت مند ہوتے ہیں تو اس مزارعت کی مشروعیت میں دونوں کی ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں اور دونوں فریقوں کو فائدہ ہو جاتا ہے۔" [6]

فقہائے کرام نے مساقات کی درستگی کے لیے لازم قرار دیا ہے کہ وہ درخت پھل داروں نیز ان کا پھل کھانے کے قابل ہو لہذا جو درخت پھل دار نہ ہو یا اس کا پھل کھایا نہ جاتا ہو۔ اس میں عقد مساقات درست نہیں کیونکہ اس پر کوئی شرعی نص نہیں۔

مالک یا عامل کو پھل کا جو حصہ دیا جائے وہ طے شدہ اور معلوم ہو اگرچہ وہ کم ہو یا زیادہ مثلاً تہائی یا چوتھائی وغیرہ اگر دونوں نے یہ شرط عائد کی کہ سارا پھل صرف ایک فریق کو ملے گا دوسرے کو نہیں تو یہ معاہدہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں ایک فریق کو غلہ کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے۔ اگر عامل یا مالک کو مخصوص صاع (مثلاً: دس یا بیس صاع) چینے کا معاہدہ ہو تو بھی جائز نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سارا پھل اتنی ہی مقدار میں ہو۔ اسی طرح اگر مساقات میں عامل کے لیے متعین دراہم مقرر کیے گئے تو یہ بھی جائز نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے غلے کی مقدار مقررہ دراہم کے مساوی نہ ہو۔ اسی طرح کسی فریق کے لیے ایک یا زیادہ مخصوص درختوں کا پھل ملنے کی شرط لگائی گئی تو مساقات درست نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے ان درختوں پر پھل ہی نہ لگے یا صرف انھی پر پھل لگے اور کوئی ایک فریق آمدن سے محروم ہو جائے نیز اس میں دھوکے اور نقصان کا پہلو بھی ہے۔

اور صحیح بات جس پر جمہور علماء قائم ہیں یہ ہے کہ مساقات ایسا معاہدہ ہوتا ہے جس پر عمل کرنا لازمی ہے اور اس کا فسخ دوسرے فریق کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں۔

مدت معاہدے کی تعیین ضروری ہے اگرچہ وہ مدت لمبی ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ درخت اتنا عرصہ باقی رہیں۔

عامل کے ذمے وہ سب کام ہیں جو عرفاً کھجوروں اور دیگر درختوں کی درستگی و آبادی اور پھلوں کی اصلاح کے لیے ضروری ہیں مثلاً: زمین کی اصلاح اور اسے پانی دینا اسی طرح پھلوں کو خشک کرنا پانی کی نالیوں کو صاف کرنا اور انھیں درست رکھنا اور پانی درختوں تک پہنچانا وغیرہ۔





ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد روایات مروی ہیں اور ان میں وہ علل موجود ہیں جو اس وقت موجود تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علل کی بنیاد پر زمین کو کرائے پر دینے سے منع کر دیا تھا۔ چنانچہ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے: "ہم زمین کو کرائے پر دیتے تھے اس شرط پر کہ زمین فلاں حصے کی پیداوار ہمارے لیے اور فلاں حصے کی پیداوار تمہارے لیے ہوگی چنانچہ کبھی اس ایک حصے میں پیداوار ہوتی اور اس دوسرے حصے میں پیداوار نہ ہوتی۔" [11]

## اجارہ کے احکام

اجارہ ایک ایسا معاہدہ ہے جس کی ضرورت تقریباً ہر انسان کو مختلف مصلحتوں اور فوائد کے حصول کے لیے بار بار پیش آتی ہے جس میں ایک انسان دوسرے کے ساتھ روزانہ، ماہانہ یا سالانہ اجرت کا معاملہ طے کرتا ہے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کے بارے میں اسلامی احکام کی معرفت انتہائی ضروری ہے کیونکہ مختلف مقامات اور اوقات میں جو معاملہ بھی لوگوں کے درمیان اسلامی اصولوں کے مطابق طے ہوگا۔ اس میں فوائد کا حصول زیادہ اور نقصانات کا اندیشہ نہایت کم ہوگا۔

## لغوی تعریف

لغوی اعتبار سے اجارہ "اجر" سے مشتق ہے جس کے معنی "معاوضہ" کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قال لَوْ شِئْتَ لَتَجِدْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ۗ... سورة الكهف

"موسیٰ کہنے لگے اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے۔" [12]

شریعت اسلامی میں "معلوم مدت یا عمل کے لیے کسی متعین یا واجب الادائی چیز سے جس کی ذات یا صفات معلوم ہوں۔ فائدہ حاصل کرنے اور نقد رقم کی صورت میں اس کی اجرت ادا کرنے کے معاہدے کا نام "اجارہ" ہے۔"

درج بالا تعریف اجارے کی اہم شرائط اور اس کی انواع پر مشتمل ہے یعنی درج بالا تعریف کی روشنی میں ثابت ہوا۔

1- "فائدہ حاصل کرنے کا معاہدہ" ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی ذات کے بارے میں معاہدہ اجارہ نہیں بلکہ بیع ہے۔

2- "منفعت کا مباح ہونا (ضروری ہے)" لہذا حرام منفعت پر عقد اجارہ ناجائز ہے بلکہ ایسا معاہدہ اجارہ نہیں کہلاتا مثلاً: زنا وغیرہ۔

3- "منفعت کا متعین ہونا ضروری ہے۔" لہذا مہول منفعت پر عقد ناجائز ہوگا۔

4- "کام کی مدت متعین ہو" مثلاً ایک دن ایک مہینہ۔

5- اجرت متعین ہو۔

معین ذات یا موصوف فی الذمیر یا معلوم عمل جیسے الفاظ سے اجارے کی دو قسمیں سامنے آتی ہیں۔

1- کسی معین چیز سے نفع حاصل کرنے کا معاہدہ ہو مثلاً: "میں نے تجھے یہ گھر اجرت (کرایہ) پر دیا۔" یا کسی ایسی شے کا معاہدہ ہو جس کے اوصاف کا تذکرہ ہو مثلاً: "میں نے تجھے بار برداری کے لیے ایک ایسا اونٹ دیا جس میں فلاں فلاں وصف ہیں۔"



2- اجارہ کسی متعین عمل پر ہو مثلاً وہ اسے فلاں جگہ تک سوار کر کے لے جائے گا یا اس کی یہ دیوار بنانے گا۔  
اجارہ قرآن مجید سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لجماع امت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَإِنْ أَرْضَعْنَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ... ۱ ... سورة الطلاق

"پھر اگر وہی (مائیں بچے کو) دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اجرت دے دو۔" [13]

نیز فرمایا:

قال لَوْ شِئْتَ لَتَجَرَّتْ عَلَيْهِنَّ أَجْرًا ۗ ۷۷ ... سورة الكهف

"موسیٰ کہنے لگے اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے۔" [14]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر ہجرت میں رستے کی راہنمائی کے لیے ایک آدمی کو اجرت پر ساتھ لیا تھا۔

ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے اجارے کے جواز پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے علاوہ ازیں لوگوں کی حاجت و ضرورت اس کے جواز کی متقاضی ہے یعنی جس طرح انہیں اشیاء کی ضرورت ہے اسی طرح منافع کی حاجت و ضرورت بھی ہے۔

کسی آدمی کو اجرت دے کر اس سے کوئی متعین کام لینا جائز ہے مثلاً کسی سے کپڑا سلوانا، دیوار بنوانا، کاکسی سے رستے کی راہنمائی لینا جیسا کہ سفر ہجرت کے بارے میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

"واستأجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأبو بکر وعلم بنی الدئل بادیاً خربتاً"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنودیل سے راستوں کا ماہر آدمی (عبداللہ بن اریقیط) اجرت پر لیا۔" [15]

گھروں، دکانوں اور جگہوں کو معصیت کے کاموں کے لیے کرائے پر دینا جائز نہیں مثلاً: شراب کی بیع کے لیے یا حرام مال مثلاً: سگریٹ، تنباکو، ناجائز تصاویر وغیرہ کی خرید و فروخت کے لیے کیونکہ اس میں گناہ اور معصیت پر تعاون پایا جاتا ہے۔

جس نے کوئی شے کرائے پر حاصل کی پھر وہ شخص وہی شے کسی دوسرے شخص کو کرائے پر دے سکتا ہے جو اس کا قائم مقام ہو کر فائدہ حاصل کرے۔ کیونکہ یہ فائدہ اس کی ملکیت ہے خواہ وہ بذات خود اس سے مستفید ہو یا نیابتاً مستفید ہو۔ جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مستاجر ثانی کا فائدہ مستاجر اول کے فائدے کے مساوی ہو یا اس سے کم ہو۔ یعنی مالک شے کو زیادہ نقصان نہ پہنچایا جائے مثلاً ایک شخص نے رہائش کے لیے کسی سے کرائے پر مکان لیا تو وہ کسی دوسرے کو بھی رہائش کے لیے وہی مکان دے سکتا ہے البتہ یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کو وہی جگہ کا رخاٹے یا فیکٹری وغیرہ کے لیے دے دے۔

قربت الہی اور عبادت کے اعمال پر اجرت لینا دینا جائز نہیں مثلاً حج یا اذان وغیرہ کیونکہ یہ اعمال اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اولیٰ جاتے ہیں لہذا اجرت لینے سے اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے البتہ اگر کسی کے نیک اعمال (اذان دینے امامت کروانے اور کتاب و سنت کی تعلیم دینے) سے دوسروں کو فائدہ پہنچ رہا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ بیت المال سے ضروریات زندگی کے لیے تنخواہ وصول کرے۔ واضح رہے کہ یہ معاوضہ نہیں ہے بلکہ یہ نیکی اور اطاعت کے کاموں میں اعانت ہے اس سے نہ اجر و ثواب متاثر ہوگا اور نہ خلوص



میں خلل سمجھا جائے گا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے۔

مالک پر لازم ہے کہ جو شے اجرت پر دے رہا ہے وہ بالکل درست ہو۔ یعنی مطلوب نفع دینے کے قابل ہو۔ مثلاً: کرائے پر دی گئی گاڑی کا سفر اور بوجھ اٹھانے کے قابل ہونا مکان کا ٹھیک حالت میں ہونا۔ اور اگر اس کی کوئی چیز ٹوٹ پھوٹ گئی ہو تو اس کی مرمت کرنا مالک کی ذمے داری ہے تاکہ مستاجر اس سے مکمل فائدہ حاصل کر سکے۔

جس نے کوئی شے اجرت پر لی اس پر لازم ہے کہ وہ اسی حالت میں مالک کو واپس کرے جس حالت میں کرائے پر لی تھی دوران استعمال میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تو کرایہ دار اسے دور کرے۔

اجارہ فریقین (مالک اور مستاجر) کے درمیان ایک معاہدے کا نام ہے جو بیع ہی کی ایک قسم ہے لہذا اس کا حکم بھی بیع والا ہے کسی فریق کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی رضا مندی کے بغیر یہ معاہدہ فسخ قرار دے البتہ اگر معاہدے کے بعد اس چیز میں کسی عیب کا علم ہو تو مستاجر کو فسخ کا حق حاصل ہے۔

مالک کو چاہیے کہ وہ مستاجر کو متعین شے حوالے کر دے اور اسے اس سے مکمل طور پر نفع اٹھانے کا اختیار دے۔

اگر ایک شخص نے کوئی چیز کرائے پر دی مگر مستاجر کو اس سے فائدہ حاصل کرنے سے روک دیا تو یعنی رکاوٹ رہے گی اس کا کرایہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر مستاجر خود اس سے فائدہ حاصل نہیں کر رہا تب اس کو پورا کرایہ دینا ہوگا کیونکہ اجارہ ایک معاہدہ تھا جس کی پابندی ہر ایک پر لازم ہے اور وہ یہ کہ مالک اجرت لے اور مستاجر فائدہ حاصل کرے۔

درج ذیل امور کی وجہ سے اجارے کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔

1- کرائے پر دی ہوئی چیز تلفت اور ضائع ہو جائے مثلاً: اگر اجرت پر جانور دیا تھا تو وہ ہلاک ہو گیا یا گھر کرائے پر دیا تھا لیکن وہ منہدم ہو گیا یا کاشت کے لیے زمین اجرت پر لی تھی لیکن اس کا پانی خشک یا منقطع ہو گیا۔

2- ایک مقصد کے حصول کی خاطر اجارہ ہوا لیکن معاہدہ اجارہ پر عمل سے قبل ہی مقصد حاصل ہو گیا مثلاً کسی ڈاکٹر سے ایک مریض کے علاج کی خاطر اجرت طے کی گئی لیکن علاج شروع کرنے سے پہلے مریض ٹھیک ہو گیا لہذا اب معاہدے کو پورا کرنے کی ضرورت نہیں۔

کسی نے اپنے پاس ایک متعین کام کے لیے مزدور رکھا جو دوران کام میں بیمار ہو گیا تو مزدور کو چاہیے کہ کوئی اپنا قائم مقام مقرر کرے جسے طے شدہ اجرت کے تحت معاوضہ ادا کیا جائے گا البتہ اگر اسی سے کام لینے کی شرط طے ہوئی تھی تو نائب سے کام لینے سے مقصد حاصل نہ ہوگا لہذا آجر پر لازم نہیں کہ وہ دوسرے مزدور کے کام کو قبول کرے بلکہ اسے اختیار ہے کہ وہ صبر کرے اور مزدور کے تندرست ہونے کا انتظار کرے یا اپنا حق وصول نہ ہونے کی وجہ سے معاہدہ اجارہ فسخ قرار دے۔

مزدور دو قسم کا ہوتا ہے (1) خاص (2) مشترک۔

خاص مزدور وہ ہے جسے ایک مقررہ مدت کے لیے مزدور رکھا گیا ہو وہ مقررہ کام کے لیے مزدور رکھا گیا ہو وہ مقررہ کام کرے گا اور آجر ہی اکیلا فائدہ لینے کا مستحق ہوگا۔ اس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہوگا۔ اگر اس سے کوئی کام غلطی سے بگڑ گیا یا کوئی نقصان ہو گیا تو یہ ضامن نہ ہوگا مثلاً: جس آلے سے کام کر رہا تھا وہ ٹوٹ گیا۔ عدم ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وہ وکیل کی طرح مالک کا نائب ہے ہاں! اگر اس نے خود تعدی و زیادتی کی تو نقصان کا ضامن ہوگا۔

مشترک مزدور وہ ہے جس کے لیے کام کی اجرت طے ہوئی تھی لیکن وہ صرف اسی کام نہیں کرتا بلکہ اس نے بیک وقت متعدد افراد کے کام کی ذمے داری قبول کی ہوئی ہے اجیر مشترک نقصان کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ کام کیے بغیر اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔ لہذا اس کے کام کی ذمے داری اسی پر ہے۔

"اجرت" عقد کے ساتھ ہی لازم ہو جاتی ہے البتہ ادائیگی اس وقت لازم ہوگی جب وہ اپنا کام مکمل کرے گا۔ یا آجر منفعت حاصل کرے گا یا کرایے پر دی ہوئی شے واپس کرے



گا۔ نیز مدت معاہدہ گزر جائے اور مانع بھی کوئی نہ ہو کیونکہ اجیر اجرت تب لے گا جب وہ اپنا کام مکمل کر لے گا۔ واضح رہے اجرت ایک معاوضہ ہے اور معاوضہ تبھی ملتا ہے جب کام مکمل ہو۔

اجیر (مزدور) پر لازم ہے کہ وہ کام کو چھی طرح مکمل کرے۔ اس پر حرام ہے کہ کام میں دھوکہ دے یا خیانت کرے جیسا کہ اس پر واجب ہے کہ طے شدہ مدت کے اندر اندر تسلسل سے کام کرے اور وقت ضائع نہ کرے۔

اپنے کام کی ادائیگی میں خوف خدا رکھے۔

مستاجر (مالک) پر لازم ہے کہ وہ کام مکمل ہونے پر مکمل اجرت ادا کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"أَعْطُوا الْاجِيرَ بَعْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْتَرِقَ عَرَضَهُ"

"مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔" [16]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خُذَتْ خَضِرَةٌ خَضِرَتَهُمْ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ خَضِرَةً خَضِرَتَهُمْ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ رَعَى خُذْرًا مَلِكًا فَخَضِرَةٌ رَجُلٌ اسْتَأْجَرَ اجِيرًا فَشَقِيَ مِنْهُ وَلَمْ يُؤَدِّهِ أُخْرًا"

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تین آدمی ایسے ہوں گے کہ میں روز قیامت ان سے جھگڑوں گا (اور جس کے ساتھ میں قیامت کے دن جھگڑا کروں گا تو غالب آ جاؤں گا) (1) وہ شخص جس نے مجھ سے عہد و پیمانہ کیا پھر دھوکا دے دیا۔

2- وہ آدمی جس نے آزاد آدمی کو (غلام قرار دے کر) بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گیا۔

(3) وہ آدمی جس نے کسی کو مزدور رکھا اس سے کام پورا لیا لیکن اس کی مزدوری نہ دی۔" [17]

کام "اجیر" کے ذمے امانت ہے لہذا اس کا خیال رکھنا اسے مکمل کرنا اور خیر خواہی کرنا اجیر لازم ہے۔ اسی طرح اجیر کی اجرت (مالک) کے ذمے قرض ہے اور حق ہے جسے کسی مال منول اور کسی کے بغیر کر دینا واجب ہے۔

## مقابلہ بازی کے احکام

مقابلہ بازی سے مراد جانوروں کی دوڑ لگانا یا تیر اندازی جیسے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔

مقابلہ بازی کا جو کتاب و سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ نَارًا سَمُّواً مِنْ قُبُورِهِمْ... سورة الانفال

"اور تم ان کے مقابلے کے لیے اپنی مقدور بھر قوت تیار رکھو۔" [18]



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"الآن افقوا الرئی"

"خبر دار! قوت تیر اندازی سے ہے۔ [19]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

إِنَّا ذُنُوبُنَا نَسْتَعِينُ ۝ ۱۷ ... سورة يوسف

"ہم تو آپس میں دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے تھے۔ [20]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"لا یسجن إلا فی نخب أو نخل أو حافر"

"صرف اونٹ، گھوڑے اور تیر میں مقابلہ بازی (اور انعام) جائز ہے۔ [21]

علماء نے بالاتفاق اس کے فی الجملہ جواز کا فتویٰ صادر کیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "گھوڑوں کی دوڑ یا تیر اندازی اور جنگی آلات کے ذریعے سے وہ مقابلے جن کے جواز کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا ہے۔ ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہادی قوت کی استعداد حاصل کرنا ہے۔"

نیز فرمایا: "دوڑ اور کشتی کے مقابلے وغیرہ بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے بشرطیکہ ان کا مقصد دین اسلام کی مدد و نصرت ہو۔ اس طرح ان میں انعامات دینا یا وصول کرنا جائز ہے۔ مزید برآں ایسا کھیل اور شغل جس میں نقصان کی بجائے فائدہ ہو جائز ہے البتہ اگر جوہر کے ذریعے کھیلنا مکروہ ہے۔"

آگے چل کر شیخ موصوف فرماتے ہیں: "جو کھیل یا کام اللہ تعالیٰ کے اوامر سے روکنے اور مشغول رکھنے کا باعث ہو ممنوع ہے اگرچہ وہ بذت خود حرام نہ بھی ہو مثلاً بیع تجارت وغیرہ اسی طرح ایسے کھیل اور مقابلے اور ان کے آلات جن سے دین اسلام کو یا انسانی وجود کو کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ احکام الہی کی پیروی سے غافل کریں بالاتفاق حرام ہیں۔"

علمائے کرام نے اس باب کے مسائل کو "فروسیت" کا عنوان دیا ہے اور اس کے احکام بیان کرنے میں دلچسپی لی ہے بلکہ اس موضوع پر ان کی مشہور تصانیف بھی ہیں۔

"فروسیت" کی چار اقسام ہیں :

1- گھوڑے کی سواری کرنا اسے دوڑانا اور حملہ کرنے کی ٹریننگ دینا وغیرہ۔

2- تیر اندازی کرنا اور وقت کے جدید اسلحہ سے آگاہی حاصل کرنا۔

3- تلوار کے استعمال میں تربیت لینا۔



جس شخص نے یہ چار مراحل طے کیے اس نے "فروسیہ" میں کمال حاصل کر لیا۔" [22]

انسانوں، جانوروں اور گڑبوں وغیرہ میں دوڑ کا مقابلہ کرنا (اور انہیں انعام دینا) جائز ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "گھوڑوں وغیرہ میں دوڑ لگانا یا لوگوں کے درمیان دوڑ میں مقابلہ کرنا جائز ہے۔ اسی طرح تیر اندازی یا دیگر اسلحہ میں مقابلہ بازی درست ہے کیونکہ اس میں جنگ و جہاد کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دوڑ لگائی تھی۔" [23]

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے کشتی لڑی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھچاڑ کر جیت لی۔" [24]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں سیدنا سلمہ بن کوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک انصاری شخص سے دوڑ میں مقابلہ کیا تھا۔" [25]

اونٹ گھوڑے اور تیر اندازی میں مقابلہ جیتنے پر انعام دیا جاسکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَا تَنْتَهِیَنَّ الرَّجُلَ أَنْ يَنْتَهِیَ أَوْ يَنْتَهِیَ أَوْ يَنْتَهِیَ"

"صرف اونٹ، گھوڑے اور تیر میں مقابلہ بازی (اور انعام) جائز ہے۔" [26]

اس کی وجہ یہ ہے کہ چیزیں آلات حرب میں شامل ہیں لہذا ان کا سیکھنا اور ان کے استعمال میں مہارت حاصل کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کی جہادی قوت و استعداد بڑھ سکے۔

واضح رہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر اس مقابلے میں انعام رکھنا جائز ہے جس سے دین اسلام کو نفع حاصل ہو۔" [27] حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے کہ "ہر اس مقابلہ بازی میں انعام رکھنا جس میں اسلام کی شان و شوکت کے دلائل اور براہین کا ظہور ہو وہ گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے مقابلے سے زیادہ اولیٰ باجواز ہے۔"

انعامی مقابلہ بازی کی درستی کے لیے پانچ شرائط ہیں:

1- اونٹ، گھوڑا وغیرہ جانور متعین ہو، مثلاً: فلاں فلاں گھوڑا مقابلے میں شریک ہوگا۔

2- جن کے مابین مقابلہ ہو وہ اونٹ یا گھوڑا وغیرہ ایک ہی جنس کے ہوں۔ اسی طرح تیر اندازی متعین ہوں کیونکہ مقابلے کا مقصد شرکاء کی قابلیت اور مہارت کا اندازہ کرنا ہے۔

3- وہ مسافت جہاں تک دوڑنا ہے محدود ہوتا کہ آگے بڑھنے والے کا علم ہو سکے

4- انعام جائز اور متعین ہو۔

5- مقابلہ جوئے کے شائبے سے پاک ہو۔ انعام مقابلے میں شریک فریقین کے علاوہ تیسرے فریق یا شخص کی جانب سے ہو۔ البتہ اگر مقابلہ کرنے والوں میں سے کوئی ایک فریق یا فرد انعام لگا دے تو بالاتفاق جائز ہے۔" [28] اگر دونوں فریق انعام مقرر کرتے ہیں تو علماء کا اس کے جواز میں اختلاف ہے۔ بعض علماء اس کے جواز کے قائل ہیں جبکہ بعض کے نزدیک اس کے جواز کی ایک شرط یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک تیسرا فریق بھی مقابلہ میں شریک ہو۔ جو انعام دینے والوں میں سے نہ ہو۔ البتہ اگر وہ غالب آجائے تو انعام کا مستحق ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرے شخص کی دخل اندازی کو شرط قرار نہیں دیا۔ وہ لکھتے ہیں: "تیسرے فریق کی دخل اندازی کے بغیر مقابلہ ہونا زیادہ انصاف کی بات



ہے اور وہ اسی طرح کہ انعام دونوں میں سے ایک کی طرف سے ہو۔ اس سے مقابلے کا مقصود بہتر طور پر حاصل ہوتا ہے یعنی دوسرے کی شکست واضح ہو جاتی ہے اس صورت میں انعام لینا حلال کمائی ہے۔ نیز انھوں نے فرمایا: میرے علم کے مطابق تیسرے فریق کی دخل اندازی کا قائل جاہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین میں سے کوئی نہ تھا البتہ معروف تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل تھے۔ بعض نے اس کی رائے کو قبول کر لیا۔"

گزشتہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ دو قسم کی مقابلہ بازی جائز ہے۔

- 1- جس میں دین اسلام کو قوت اور فائدہ حاصل ہو۔ مثلاً: جہاد و قتال کے لیے ٹریننگ لینا یا دینی معلومات و مسائل میں پیشگی حاصل کرنا۔ اس قسم میں انعام لینا اور دینا جائز ہے۔
- 2- ایسا مقابلہ جس سے مقصود صرف کھیل ہو جو نقصان دہ نہیں ہے ایسا مقابلہ جائز ہے بشرطیکہ اسلامی عبادات اور دینی فرائض و واجبات کی ادائیگی میں رکاوٹ کا باعث نہ ہو۔ اس قسم کے مقابلے میں انعام لینا اور دینا درست نہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اس دوسری قسم میں زیادہ دلچسپی لینے لگے ہیں اور بھاری رقوم کا انعام ہیتے ہیں بہت زیادہ قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں حالانکہ مسلمانوں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

## مستعار چیزوں کے احکام

"مستعار" وہ چیز ہے جو کسی کو محدود وقت کے لیے جائز فائدہ حاصل کرنے کی خاطر دی جائے اور فائدہ حاصل کر لینے کے بعد مالک کو واپس کر دی جائے۔

اس تعریف کی روشنی میں جس چیز سے فائدہ حاصل کرنا ناجائز ہو، وہ مستعار نہیں دی جاسکتی۔ اسی طرح جو چیز فائدہ حاصل کرنے سے ختم ہو جاتی ہو وہ چیز بھی کسی کو عاریتاً دینے میں شامل نہیں اور اسے عاریت نہیں کہتے، مثلاً: کھانے پینے کی اشیاء۔

اشیاء عاریتاً دینے کی مشروعیت کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسْتَوْنَ الْمَاعُونَ **۷** ... سورة الماعون

"اور بتنے کی چیز رکھتے ہیں۔" [29]

اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو دوسروں کو عام استعمال کیا اشیاء عاریتاً نہیں دیتے۔ علاوہ ازیں علماء نے اس آیت سے عاریتاً چیز دینے کا "وجوب" ثابت کیا ہے بشرط یہ کہ مالک مالدار اور مستغنی ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گھوڑا عاریتاً لیا تھا۔ [30] اسی طرح صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زرہیں عاریتاً لی تھیں۔ [31]

الف۔ کسی ضرورت مند کو اس کی ضرورت کی اشیاء عاریتاً دینا بہت بڑے اجر ثواب کا باعث ہے کیونکہ نیکی اور تقویٰ میں تعاون کے عموم میں یہ کام بھی شامل ہے۔

ب۔ کسی چیز کا عاریتاً دینا تب جائز ہے جب درج ذیل شرائط کا لحاظ ہو:

- 1- عاریتاً شے دینے والا رضا و رغبت سے شے دینے کی اہلیت رکھتا ہو اور با اختیار ہو، لہذا بچہ، مجنون اور کم عقل کسی چیز کو عاریتاً دینے کے اہل نہیں ہیں۔



2- مستعیر (عاریتاً حاصل کرنے والا) با اختیار ہو کہ اس کا قبول کرنا درست ہو، یعنی اس میں بھی درج بالا اوصاف موجود ہوں۔

3- عاریتاً دی گئی چیز سے فائدہ اٹھانا جائز ہو، لہذا مسلمان غلام کسی کافر شخص کو عاریتاً دینا جائز نہیں یا کسی کو ایسا ہتھیار دینا جس سے وہ کسی کو قتل کر سکے جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ... ۲ ... سوره المائدہ

"گناہ اور ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔" [32]

4- جو چیز عاریتاً دی جائے اس سے فائدہ لینا ممکن ہو، نیز وہ اپنی حالت پر قائم بھی رہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

ج۔ جس شخص نے کوئی شے عاریتاً دی ہے وہ جب چاہے اسے واپس لے سکتا ہے الا یہ کہ جب مستعیر کا نقصان ہو رہا ہو تو درست نہیں، مثلاً: کسی کو کشتی عاریتاً دی گئی تاکہ اس سے بار برداری کا کام لیا جائے تو جب تک کشتی سمندر میں ہے تب تک معیر "عاریتاً دینے والا" واپس نہیں لے سکتا۔ اسی طرح اگر ایک انسان نے شہتیر رکھنے کے لیے عاریتاً دیوار دے دی تو جب تک لکڑی دیوار پر رہے، معیر رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں مستعیر کا نقصان ہے۔

د۔ مستعیر کا فرض ہے کہ عاریتاً چیز کی حفاظت اپنے ذاتی مال سے بڑھ کر کرے تاکہ اسے مالک کی طرف صحیح سالم حالت میں لوٹا سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ ... ۵۸ ... سوره النساء

"اللہ تمہیں تاکید دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پسپاؤ۔" [33]

اس آیت کا اطلاق جس طرح امانت کو واپس کرنے پر ہوتا ہے اس طرح مستعار کو لوٹانے پر بھی ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"علی ایما ائمت، حتی تؤدیہ"

"جو کوئی شے لیتا ہے اس کی ادائیگی اسی کے ذمے ہے۔" [34]

اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"أَوَاللَّهِ لَأَنْتَ لِي مِنْ أَمْنِكَ"

"جس کی امانت ہے اسے (عند الطلب) لوٹا دے۔" [35]

ان احادیث کا اطلاق جہاں امانتوں کو لوٹانے پر ہوتا ہے وہیں مستعار اشیاء کو واپس کرنے پر بھی ہوتا ہے کیونکہ مستعار شے بھی ایک قسم کی امانت ہی ہوتی ہے۔ اگر اس سے استفادہ کرنا



جائز قرار دیا گیا ہے تو وہ بھی معروف حدود کے اندر اندر رہے۔ اس کے استعمال میں اس حد تک اسراف و زیادتی کرنا کہ وہ ضائع ہو جائے قطعاً جائز نہیں، نیز اس کا استعمال ناجائز مقام پر بھی نہ کیا جائے کیونکہ مالک نے ایسے ایسی اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قل جزاء الإحسان إلا الإحسان ۱۰... سورة الرحمن

"احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے؟" [36]

اگر مستعیر نے شے کا ناجائز استعمال کیا اور وہ ضائع ہو گئی تو وہ اس کا ضامن ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"علی ایما اخذت، حتی تؤذیہ"

"جو کوئی شے لیتا ہے اس کی ادائیگی اسی کے ذمے ہے۔" [37]

اگر وہ شے معروف طریقے سے استعمال کرتے ہوئے تلف ہو گئی تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ مستعیر نے اسے استعمال میں لانے کے لیے ہی اجازت دی تھی تو جب وہ اجازت والے کام میں استعمال کرتے ہوئے تلف ہو گئی تو اس کی ضمانت نہیں ہے۔

ر۔ عاریتاً لی ہوئی چیز کسی دوسرے کو عاریتاً نہیں دی جاسکتی کیونکہ جو شے ایک شخص کے لیے بطور استعمال مباح قرار دی گئی، اسے نہیں چلبیہ کہ وہ آگے کسی دوسرے کے لیے مباح قرار دے۔ اس صورت میں شے کے ضائع ہونے کا خطرہ بھی ہے۔

س۔ اگر عاریتاً لینے والے نے چیز کو، جس مقصد کے لیے لی تھی، اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے استعمال کیا کہ جس کی وجہ سے وہ ضائع ہو گئی تو اس میں علمائے کرام کی دورائے ہیں۔ علماء کے ایک فریق کا کہنا ہے کہ اس شے کے تلف ہونے میں کوتاہی یا زیادتی ہوئی ہو یا نہ ہو بہر صورت وہ ضامن ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"علی ایما اخذت، حتی تؤذیہ"

"جو کوئی شے لیتا ہے اس کی ادائیگی اسی کے ذمے ہے۔" [38]

مثلاً: کسی نے ایک شخص سے جانور عاریتاً لیا جو دوران انتفاع مر گیا یا کپڑا لیا جو جل گیا یا چوری ہو گیا۔ اس میں مستعیر مالک کو اس کی مثل یا قیمت ادا کرے گا۔

فریق ثانی کا نکتہ نظر یہ ہے کہ اگر اس کے استعمال میں کوتاہی یا زیادتی نہ ہوئی تو ضامن نہیں کیونکہ ضمانت تو کوتاہی کی صورت میں ہوتی ہے۔ یہ قول درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ عاریتاً شے امانت کے حکم میں ہوتی ہے۔

ش۔ مستعیر پر لازم ہے کہ وہ عاریتاً لی ہوئی شے کی حفاظت کرے اور استفادے کے بعد مالک کو جلد لوٹا دے۔ اس کی ادائیگی میں اس قدر تاخیر نہ کرے کہ وہ ضائع ہو جائے یا اس میں نقص پیدا ہو جائے کیونکہ یہ شے اس کے پاس ایک امانت ہے، نیز مالک نے اسے دے کر احسان کیا ہے، لہذا احسان کا بدلہ احسان سے دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل جزاء الإحسان إلا الإحسان ۱۰... سورة الرحمن





"(گناہ) اس پر ڈالے جائیں گے بالاتر اسے بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔" [45]

(1)۔ اگر مغضوب شے موجود ہو تو اسے اسی حالت میں واپس کرے اور اگر ضائع ہو گئی ہو تو اس کا مثل دے (اگر اس کی مثل نہیں تو قیمت ادا کرے) ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ اگر مغضوب شے اپنی حالت پر ہو تو اس کا لوٹانا واجب ہے۔

(2)۔ اگر مغضوب شے سے کوئی آمدن یا اضافہ ہوا ہے تو وہ بھی واپس کرے، وہ متصل اضافہ ہو (جیسے درختوں کا پھل یا جانوروں کی اون وغیرہ) یا منفصل ہو (جیسے جانور کا بچہ) اصل مال کی طرح یہ اضافہ بھی مالک ہی کا ہے۔

(3)۔ اگر کسی نے مغضوب زمین پر کوئی عمارت تعمیر کر لی یا اس میں باغ لگا دیا۔ اگر مالک کا مطالبہ ہو تو غاصب عمارت منہدم کرے اور درخت ہوں تو انہیں کاٹ لے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"وَقِيسَ بَعْرِقِ قَالِمِ حَتِّ"

"اس میں ظالم کی رگ (کھیتی وغیرہ) کا کوئی حق نہیں ہے۔" [46]

اگر زمین متاثر ہوئی ہو تو غاصب پر حسب نقص تاوان ادا کرنا لازم ہے، نیز اس پر لازم ہے کہ وہاں سے درختوں یا عمارت کا ملبہ اٹھا کر مالک کو اصلی حالت میں زمین واپس کرے۔ [47]

(4)۔ غاصب پر لازم ہے کہ شے کے غصب سے لے کر مالک کو لوٹانے تک جتنا عرصہ گزرا ہے اس قدر مغضوب شے کا کرایہ اجرت ادا کرے کیونکہ اس نے اس دوران میں مالک کو فائدہ اٹھانے سے ناحق روک رکھا تھا۔

(5)۔ اگر غاصب نے غصب شدہ چیز کو اتنا عرصہ روک کر رکھا کہ بازار میں اس کی قیمت کم ہو گئی تو درست بات یہی ہے کہ غاصب اس نقصان کا ذمہ دار ہے۔

(6)۔ اگر مغضوب شے کسی دوسری ایسی جنس سے مخلوط ہو گئی جو الگ ہو سکتی ہو، جیسے گندم میں جو کی ملاوٹ تو غاصب پر لازم ہے کہ اسے الگ کر کے مالک کو اس کی شے واپس کرے۔ اگر وہ ہم جنس کے ساتھ مخلوط ہوئی جو الگ نہیں ہو سکتی، مثلاً: ایک قسم کی گندم میں دوسری قسم کی گندم ملا دی تو مغضوب شے کی مثل (وزن یا ماپ میں) واپس لوٹانا لازم ہے۔ اور اگر ایسی جنس کے ساتھ مل گئی جو قیمت میں اس سے کم یا زیادہ ہو یا اس میں دوسری جنس کی ملاوٹ کر دی جو الگ نہیں ہو سکتی تو غاصب اس مخلوط شے کو فروخت کرے اور مالک کو اس کی شے کی صحیح قیمت ادا کرے۔ اگر مغضوب کی قیمت کم ملی تو غاصب اس کمی کو تاوان کی صورت میں پورا کرے۔

(7)۔ فقہائے کرام کا کہنا ہے: "غصب شدہ جن جن ہاتھوں میں گئی ہے اس کے تلف ہونے کی صورت میں سب ضامن ہوں گے۔" (بشرط یہ کہ انہیں غصب کا علم ہو وگرنہ غاصب اول ہی ضامن ہوگا۔)

(8)۔ اگر مغضوب شے ان اشیاء میں سے ہو جو عموماً کرایہ و اجرت پر دی جاتی ہوں تو وہ شے جتنی مدت غاصب کے پاس رہی ہو وہ اس کی اجرت و کرایہ سمیت اصل شے واپس کرے کیونکہ اشیاء کے منافع کی قیمت لگائی جا سکتی ہے، لہذا اصل شے کی طرح اس کے کرائے کی ذمے داری بھی غاصب پر ہوگی۔

(9)۔ غاصب کے مغضوب شے میں جملہ تصرفات باطل اور ناجائز ہیں کیونکہ اس میں مالک کی اجازت شامل نہیں۔

(10)۔ اگر غاصب نے کوئی شے چھین لی اب اسے معلوم نہیں کہ اس کا اصل مالک کون ہے اور اسے مالک کو واپس کرنا ممکن نہیں تو غاصب وہ شے حاکم وہ قاضی کے حوالے



کردے جو اسے کسی صحیح مصرف میں استعمال کر لے یا اس کا صدقہ کر دے۔ صدقہ کرنے کی صورت میں اجر و ثواب مالک کو ملے گا اور غاصب بری ہو جائے گا۔

(11)۔ اموال کا غصب صرف قوت سے ناجائز قبضہ کرنے ہی سے نہیں بلکہ ناجائز طور پر دعویٰ کر کے یا زبان کی تیزی کے بل بوتے پر یا، جھوٹی قسم کے ذریعے سے حاصل کردہ مال بھی غصب ہی میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ غَيْرِهَا يَعْتَدُونَ ۗ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ غَيْرِهَا يَعْتَدُونَ ۗ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ غَيْرِهَا يَعْتَدُونَ ۗ ... سورة البقرة

"اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم و ستم سے اپنا کر لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو" [48]

نیز فرمایا :

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَدْوِيٍّ وَأَيْدِيهِمْ شُرَكَاءَ قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ لَا تَغْلِقُ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُفْقَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۗ وَلَا يُزَيِّجُهُمْ وَأَقْرَبُ عَذَابُ الْعَلِيمِ ۗ ... سورة آل عمران

"بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے بات چیت کرے گا نہ ان کی طرف قیامت کے دن دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے" [49]

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

"من اقتلع شرا من الأرض طوقه الله يوم القيامة من سبع أرضين"

"جو شخص کسی کی زمین میں سے ایک بالشت کے برابر ناجائز قبضہ کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے سات زمینوں کا طوق پہنائے گا۔" [50]

نیز فرمایا :

"فمن هتئت زرعته حتى أجزع بهن ولا يملكها من النار"

"اگر میں کسی کو (اس کی زبان کی تیزی کی وجہ سے فیصلے میں) اس کے بھائی کا کچھ حق دے دوں تو اسے نہ لے کیونکہ میں اسے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔" [51]

## نقصانات کے احکام

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اموال میں ظلم و زیادتی کرنے اور انہیں ناحق ضائع کرنے سے منع کیا ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی کا مال ناجائز ضائع کر دیا تو اس ضمان و تاوان دینے کا حکم دیا گیا ہے اگرچہ یہ ضیاع خطا کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔

جس شخص نے کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر ضائع کر دیا تو اس پر شرعاً ضمانت واجب ہے۔

شیخ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : "ہمیں علم نہیں کہ کسی نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہو (تو گویا تمام علمائے کرام کا اتفاق ہے) کہ نقصان کسی نے قصداً کیا ہو یا سہواً، نیز



نقصان کرنے والا، خواہ عاقل و بالغ ہو یا غیر عاقل اور بچہ وغیرہ۔"

1- جو شخص کسی کے مال کو ضائع کرنے کا سبب بنا، اس پر بھی ضمان ہے، مثلاً: کسی نے بند دروازہ کھول دیا تو جو پرندہ اس میں تھا وہ ہاتھوں سے نکل گیا، یا کسی نے بند مشین سے کا منہ کھول کر اس میں موجود شے ہا کر ضائع کر دی تو وہ ضامن ہوگا۔ اسی طرح کسی نے جانور کی رسی یا زنجیر کھول دی اور وہ جانور بھاگ گیا یا گم ہو گیا یا کسی نے تیگ گلی یا رستے میں جانور باندھ دیا اور اس کی گوبر گندگی سے کوئی انسان پھسل گیا یا جانور نے ٹانگ مار کر نقصان پہنچا دیا تو جانور باندھنے والا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے رستے میں جانور باندھ کر زیادتی کی ہے۔ کسی نے رستے میں گاڑی کھڑی کر دی جس کے نتیجے میں اس سے کوئی دوسری کار یا کوئی شخص ٹکرا گیا تو نقصان کی صورت میں گاڑی کا مالک ضامن ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من أوقف دابتي سئل من سئل السلمين، أوفى سوق من أسواقهم، فأوقفت بيد أورشليم، فوضامن"

"جس شخص نے مسلمانوں کے عام رستے میں یا بازار میں جانور کھڑا کیا اور اس نے کسی کو لپٹنے ہاتھ یا پاؤں تلے روند دیا تو مالک ضامن ہوگا۔" [52]

اگر کسی نے رستے میں مٹی، لکڑی یا پتھر پھینک دیا یا گڑھا کھودا جس کی وجہ سے رستے میں سے گزرنے والے کو نقصان پہنچا یا کسی نے رستے میں خربوزے وغیرہ کا پھلکا پھینک دیا رستے میں پانی ڈال کر کچھ کر دیا جس سے کوئی پھسل گیا اور نقصان پہنچا تو ان تمام صورتوں میں کام کرنے والا نقصان کا ذمہ دار ہوگا کیونکہ یہ سراسر اس کی زیادتی ہے۔

افسوس کے ساتھ کہنا چاہئے کہ لوگ آج کے دور میں مندرجہ بالا امور میں انتہائی سستی اور لا پرواہی کر رہے ہیں، چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ راستوں میں گہرے گڑھے کھودیتے ہیں، مختلف اشیاء یا سامان رکھ کر رستے بند کر دیتے ہیں۔ مختلف مواقع پر اپنے مقاصد کے لیے سڑکیں بلاک کر دیتے ہیں اور گزرنے والوں کو تنگی و تکلیف میں ڈالتے ہیں۔ ان کا نقصان کرتے ہیں اور انہیں اس بات کا قطعاً پروا نہیں ہوتی کہ وہ کتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

2- اگر کسی کے کٹنے والے کتے نے کسی راہ گزر شخص کو کاٹ کر نقصان پہنچا یا تو مالک نقصان کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے ایسے کتے کو کیوں رکھا ہے۔

3- کسی نے کسی مقصد کے لیے اپنی زمین میں کنواں کھودا تو اگر کسی کا نقصان ہو گیا تو کنواں کھودنے والا ذمہ دار ہوگا۔ کیونکہ اس نے اس کی حفاظت کے لیے دیوار وغیرہ بنا کر اسے محفوظ نہیں کیا، لہذا یہ اس کی کوتاہی ہے جس وجہ سے وہ ضامن ہے۔

4- جانور رات کے وقت کھول دیا گیا اور اس نے کسی کو کھیت کا نقصان کر دیا تو مالک ضامن ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "

"ان علی اہل الحماض حفظنا بانساروان ما أقدت الواشي باللعل ضامن علی اہلہا"

"دن کو کھیت والے حفاظت کریں اور رات کو جانور نقصان کر جائیں تو ان کے مالک ذمہ دار ہیں۔" [53]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر ایک شخص کا جانور دوسرے کے کھیت کو دن کے وقت نقصان پہنچا دے تو اس پر ضمان نہیں، البتہ اگر کسی نے قصداً جانور کھول کر پھوڑ دیا جس سے کسی کے نقصان کا واضح امکان تھا تو جانور کا مالک ذمہ دار ہوگا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اہل علم کی یہ رائے ہے کہ اگر کسی کے جانور نے دن کے وقت کسی کھیت کا نقصان کر دیا تو مالک ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر رات کو نقصان کیا تو مالک ذمہ دار ہوگا کیونکہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ کھیت یا باغ کے مالک دن کے وقت اپنے کھیت و باغ کی حفاظت کرتے ہیں جبکہ جانوروں کے مالک جانوروں کی حفاظت رات کو کرتے ہیں۔ جس نے ایسی عادت و معمول کی خلاف ورزی کی، زیادتی کی صورت میں ذمہ داری اسی پر ہوگی۔ واضح رہے یہ تب ہے جب جانور کا مالک جانور کے ساتھ نہ ہوگا ورنہ جانور کا مالک نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔" [54]

اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کا ایک قصہ یوں بیان کیا :

وَاورد داؤد اور سلیمان فی الحزب اذ نفضت فیہ غم القوم وكننا لبحکم شہین **۷۸** فقمنا سلیمان وکلاء ایتنا محمداً وعلماً وحرماناً داؤد وایمال یسجن والظیر وکننا وعلین **۷۹** ... سورة الانبیاء

"اور داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کو یا کھچے جبکہ وہ کھیت کے معاملہ میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بحریاں رات کو اس میں چرچگ گئی تھیں، اور ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے (78) ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا۔ ہاں ہر ایک کو ہم نے حکم و علم دے رکھا تھا اور داؤد کے تابع ہم نے پہاڑ کر دیئے تھے جو تسبیح کرتے تھے اور پرند بھی۔ ہم کرنے والے ہی تھے۔" [55]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی ضمان بالمثل (بلاک شدہ شے کی مثل تاوان) کے فیصلے کی تعریف فرمائی ہے۔ قرآن کے لفظ (نَفْثَتْ) کے معنی رات کو بحریاں چرانا ہے۔ جس جگہ بحریوں نے نقصان کیا تھا وہ ان گھوروں کا باغ تھا۔ سیدنا داؤد علیہ السلام نے بلاک شدہ کھیتی کی قیمت ادا کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ جب بحریوں کی قیمت کا اندازہ لگایا تو وہ بلاک شدہ کھیتی کی قیمت کے بقدر تھا تو بحریاں کھیت والے کو دے دیں، البتہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ضمان بالمثل (تباہ شدہ چیز کی مثل تاوان) کا فیصلہ دیا وہ اس طرح کہ بحریوں والے باغ کی اصلاح کریں یہاں تک کہ وہ پہلی حالت میں لوٹ آئے، اس طرح کھیت کے خراب ہونے سے لے کر اس کے درست ہونے تک اس کا فائدہ ضائع نہیں ہوا بلکہ باغ والے کو بحریاں دے دیں تاکہ وہ ان کے اضافے سے کھیت کے اضافے کے بقدر حاصل کر لے اور اس کے کھیت کا جو نقصان ہوا ہے اس کا تاوان بحریوں کے اضافہ سے پورا کر لے۔ ان دونوں تاوانوں کا جب اندازہ لگایا تو وہ دونوں برابر تھے۔ یہ وہی علم ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص کیا ہے اور اس کی تعریف فرمائی ہے۔" [56]

1۔ اگر جانور کی لگام یا نکیل سواریا کو چوان کے ہاتھ میں ہو تو جانور کے لگے حصے (پاؤں یا منہ) کے ذریعے سے پھینچنے والے نقصان کا ذمہ دار جانور کا مالک ہوگا، البتہ جانور کے پھیلے پاؤں کا نقصان ضائع ہے، [57] اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "بے زبان جانور کے (پھیلے) پاؤں کا نقصان ضائع ہے۔" جانور کو "عجماء" اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کلام نہیں کر سکتا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہر جانور عجماء کلام نہ کرنے والا ہوتا ہے جیسے گائے، بخری وغیرہ۔"

ان جانوروں کے نقصان کی ضمانت نہیں ہے جب یہ خود کوئی غلط کام کر لیں جیسا کہ یہ جانور اپنے مالک کے ہاتھ سے پھوٹ جائے اور کسی کا نقصان کر دے تو اس کی ذمہ داری کسی پر نہیں، ہاں! اگر جانور زخمی کرنے والا (بڑکایا) ہو تو اس کے مالک کی ذمہ داری بنتی ہے کہ نہ تو وہ رات کو اس کی حفاظت میں کمی کرے اور نہ بازار میں چلتے ہوئے اس سے غافل رہے۔ اسی طرح جہاں مسلمانوں کا اجتماع ہو وہاں بھی اس کی حفاظت کرے۔ یہی مسئلہ کئی علماء نے بیان کیا ہے۔ ان جانوروں کے نقصان کی ضمانت نہیں ہے جب یہ خود ہی مالک کے ہاتھ سے پھوٹ جائیں اور سیدھے ہی بھگتے جائیں نہ ان کی کوئی پکڑنے والا ہو نہ کوئی چلانے والا ہو، سوائے کلٹنے والے کے۔"

اگر ایک شخص پر کسی آدمی یا جانور نے حملہ کیا جس سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اگر اس شخص نے دفاع کرتے ہوئے حملہ آوروں کو قتل کر دیا تو اس پر ضمان چٹی نہیں کیونکہ اس نے اسے دفاع کرتے ہوئے قتل کیا ہے جو اس کا جائز حق تھا، لہذا وہ شخص اس حملے کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات کا ذمہ دار نہ ہوگا، نیز اس نے یہ قتل دفع شر کے لیے کیا ہے، گویا حملہ آور اپنے آپ کو خود ہی قتل کرنے والا ہے۔

شیخ تفتی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آدمی کو چاہیے کہ وہ حملہ آور کو روکے اگرچہ اس کو قتل کرنا پڑے اور یہ فقہاء کا متفقہ مسئلہ ہے۔"

اگر ایک شخص نے کسی کے لغو لہو کے آلات، صلیب، شراب کے برتن توڑ دیے یا گمراہی اور بے حیائی پھیلانے والی کتب ضائع کر دیں تو اس میں ضمان (تاوان) نہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:



"أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن آتية بريد وهي الشفرة فآرعت، فآتية بها فأرسل بها فأرعت ثم أعطانيها وقال: اعد علي بها ففعلت، ففرج بأصحابه إلى أسواق المدينة وقبائلهم فباعوا ما كان من تلك الزقاق بمحضرتهم أعطانيها، وأمر أصحابه الذين كانوا معه أن يمضوا معي وأن يعادوني وأمرني أن آتي الأسواق كلها فلا أجد قبائلهم إلا اشتتت ففعلت فلم أترك في أسواقها زقاً إلا اشتتت"

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے پاس پھرمی لاؤں، (جب) میں پھرمی لایا۔۔۔ تو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ کے بازاروں میں گئے وہاں علاقہ شام سے شراب کے بھرے مشکیزے لائے گئے تھے۔۔۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس انہیں پھاڑا۔۔۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔" [58]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ لغو، بے ہودہ اور حرام اشیاء کو ضائع کرنا درست ہے اور اس میں تاوان اور ضمان بھی کوئی نہیں، البتہ ضروری ہے کہ اس قسم کی اشیاء کا ضیاع حکومت کی طرف سے ہوتا کہ اس عمل کے فوائد حاصل ہوں اور اس کے نتیجے میں خرابی پیدا نہ ہو۔

[1] - صحیح البخاری المحدث والمزارة باب المزارة بالشرط ونحو حدیث: 2328 - صحیح مسلم المساقاة باب المساقاة والمعاملة حدیث 1551 واللفظ -

[2] - صحیح مسلم المساقاة باب المساقاة والمعاملة حدیث 1551 -

[3] - مسند احمد: 1/250 -

[4] - زاد المعاد: 3/345 -

[5] - المغنی والشرح الکبیر 5/555 -

[6] - المغنی والشرح الکبیر 5/555 -

[7] - اعلام الموقعین: 2/9 -

[8] - اعلام الموقعین: 2/8 -

[9] - صحیح مسلم المساقاة باب المساقاة والمعاملة حدیث 1551 -

[10] - صحیح مسلم البیوع باب کراء الارض بالذهب والورق حدیث: 1547 -

[11] - صحیح مسلم البیوع باب کراء الارض بالذهب والورق حدیث: 1547 -

[12] - الکھف: 18-77 -

[13] - الطلاق: 65-6 -

[14] - الکھف: 18-77 -

[15] - صحیح البخاری الاجارة باب اذا مستاجر اجیر الیعمل له بعد ثلاثة ايام حدیث 2264 -



- [16] - (ضعيف) سنن ابن ماجه الرهون باب اجر الاجراء حديث 4324.
- [17] - صحيح البخاري البيوع باب اثم من باع حرا حديث 2227 - البته قوسين والے الفاظ سنن ابن ماجه الرهون باب الاجراء حديث 2442 - کے ہیں۔
- [18] - الانفال: 8-60.
- [19] - صحيح مسلم الامارة باب فضل الرمي والحث عليه حديث 1917.
- [20] - يوسف 12-17.
- [21] - سنن ابى داود الجهاد باب فى السبق حديث: 2574.
- [22] - جديد دور کے اعتبار سے جنگی طیاروں ٹینکوں توپوں اور میزائلوں کی تربیت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔
- [23] - سنن ابن ماجه النکاح باب حسن معاشره النساء حديث 1979.
- [24] - (ضعيف) سنن ابى داود اللباس باب فى العمامة حديث: 4078.
- [25] - صحيح مسلم، الجهاد باب غزوه ذى وغيره حديث 1807.
- [26] - سنن ابى داود الجهاد فى السبق حديث 2574.
- [27] - سنن ابى داود الجهاد باب فى السبق حديث 2574.
- [28] - مثلاً: ایک ساتھی اپنے دوسرے ساتھی سے کہتا ہے کہ اس مظلومے میں اگر تو مجھ پر غالب آجائے تو میں تجھے سو روپے انعام دوں گا۔ یہ جائز ہے۔ (صارم)
- [29] - الماعون: 7/107.
- [30] - صحيح البخاري الهبة وفضلها باب من استعار من الناس الفرس، حديث 2627.
- [31] - سنن ابى داود البيوع باب فى تضمين العارية حديث 3562 - ومسنده 6/465، 3/401.
- [32] - المائدة 5/2.
- [33] - النساء: 4/58.
- [34] - (ضعيف) سنن ابى داود البيوع باب فى تضمين العارية، حديث 3561، وجامع الترمذی، البيوع باب ما جاء فى ان العارية موادة، حديث 1266 - وسنن ابن ماجه الصدقات باب العارية، حديث 2400، واللفظ له۔
- [35] - سنن ابى داود البيوع باب فى الرجل يانذ حقه من تحت يده، حديث 3534، 3535.



[36] - الرحمن 60: 55-

[37] - (ضعيف) سنن ابى داود البيوع باب فى تضمين العارية، حديث 3561، وجامع الترمذى، البيوع باب ماجاء فى ان العارية مادة، حديث 1266 - وسنن ابن ماجه الصدقات باب العارية، حديث 2400، واللفظ له -

[38] - (ضعيف) سنن ابى داود البيوع باب فى تضمين العارية، حديث 3561، وجامع الترمذى، البيوع باب ماجاء فى ان العارية مادة، حديث 1266 - وسنن ابن ماجه الصدقات باب العارية، حديث 2400، واللفظ له -

[39] - الرحمن 60: 55-

[40] - البقرة: 2/188-

[41] - صحيح البخارى العلم باب ليلبغ العلم الشاهد الغائب حديث 105 -

[42] - (ضعيف) سنن دارقطنى: 3/22، حديث: 2862 -

[43] - صحيح البخارى المظالم باب اثم من ظلم شتيا من الارض حديث 2452، 2453، وصحيح مسلم المساقاة باب تحريم الظلم وغصب الارض وغيره حديث 1610، ومسند احمد: 2/432 واللفظ لمسلم -

[44] - صحيح البخارى المظالم باب من كانت له مظلمة عند الرجل - - - حديث 2449، 6534 -

[45] - صحيح مسلم البر والصلة باب تحريم الظلم حديث 2581 -

[46] - صحيح البخارى الحرث والمزارعة باب من احياء ارضا مواتا، بعد حديث 2334، معلقاً وجامع الترمذى الاحكام باب ما ذكر فى احياء الارض الموات حديث 1378 -

[47] - اگر مالک زمین عمارت یا باغ کو بحال رکھنا چاہتا ہے تو غاصب کو اس کی معروف قیمت ادا کر دے۔ (صارم)

[48] - البقرة: 2-188-

[49] - آل عمران: 77-3-

[50] - صحيح البخارى المظالم باب اثم من ظلم شتيا من الارض حديث 2452، 2453، وصحيح مسلم المساقاة باب تحريم الظلم وغصب الارض وغيره حديث 1610، ومسند احمد: 2/432 واللفظ لمسلم -

[51] - مسند احمد: 6/307-

[52] - (ضعيف) سنن دارقطنى 3/178 حديث 3352 والسنن الكبرى للبيهقى 8/344 -

[53] - سنن ابى داود البيوع باب المواشى تفسد (زرع قوم)، حديث 3569، ومسند احمد 436، 5/435 والموطا للامام مالك، الاقضية باب القضاء فى الضورى والحرية 2/311 حديث 1500 واللفظ له -



[54] - تفسیر البغوی 3/298-299-

[55] - الانبیاء: 79، 21/78-

[56] - مجموع الفتاویٰ 15/485 - باختلاف یسیر-

[57] - (ضعیف) سنن ابی داؤد الديات باب فی الدابة تنفع برجلها حدیث 4592 و سنن الدار قطنی 3/152 - حدیث 3275·3280·3350-

[58] - مسند احمد 133، 2/132-

حدامہ عنذی والتدرا علم بالصواب

## قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہی احکام ومسائل

مزارعت، مساقات اور اجارہ وغیرہ کے احکام: جلد 02: صفحہ 113